جدید اُردو تحقیق اور موضوعات کے مسائل

نمبر شمار	مصنف	ادارہ ہذا
1	ابرار عبدالسلام	صدر شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی ملتان، پاکستان

Abstract: If Sir Syed's 'Aasar-ui-Sanadeed' is considered as the starting point of Urdu research, then the age of Urdu research till the present day starts touching the borders of **the two centuries'**. In these two centuries, Urdu research **scaled** many stages of evolution. Research problems in the 19th century were different from those of the 20th century, and research problems in the 21st century are different and diverse from those of the twentieth century. From the middle of the 19th century to the middle of the 20th century, the biggest problem in Urdu research is the supply of materials and the lack of rules and regulations. By the middle of the 20th century, many books had appeared. Many manuscripts were published. Similarly, **as a result of the work done by the great researchers** like Qazi Abdul Wadod and Hafiz Mahmood Shirani, those standard and admirable norms / patterns of research came out, which eventually built the modern Urdu research. As a result of literary, social, political, and scientific changes in the 21st century, modern Urdu research has to face new problems. Among these problems, the most important and biggest problem is the selection of research topics.

Due to the restrictions imposed by the Higher Education Commission and the guidelines and regulations presented regarding the promotion of research, the process of **conducting research** has become faster for getting jobs, promotions and administrative positions. A lot of research work (Thesis) is being written in universities. On the other hand, articles are being written for journals approved by the Higher Education Commission. A long queue of articles submitted to these journals is on the way to publication. Publishing articles for students is no less than gambling. In this situation, on the one hand, the uniformity and repetition of topics is increasing, on the other hand, the selection of research papers has become a serious problem. A list of the research that has come out in the last two or three decade's shows a surprising amount of repetition of similar themes.

This situation of Urdu research is not faced by any one region, city or university, but the whole Urdu world is facing this problem. There is a need to pay special attention to these problems and find a workable solution. The paper under review sheds light on the problems encountered in modern Urdu research and their solutions.

Keywords: Azad, Aab-e-Hayat, Research Problems, Supply of Materials, Nineteenth Century, Twentieth Century, Twenty-First Century, Influential Figures Of Urdu Research, Index, Published And Unpublished Lists, Literary Services Of Hindus, Sikhs And Christians, Linguistic Studies, Editing, Research, Translations, Bibliography, Modern Criticism, Research Institutes

Email: drabrarabdulsalam@gmail.com

1880ء میں ’آب حیات‘ شائع ہوئی تو آزاد کو آڑے ہاتھوں لیا گیا اور ’آب حیات‘ میں مومن کا ترجمہ شامل نہ کرنے پر خوب لعن طعن کی گئی۔[1] تین سال بعد ’آب حیات‘ کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو اس میں آزاد نے مومن کا حال بھی درج کیا اور پہلے ایڈیشن میں مومن کا ترجمہ شامل نہ

ہو سکنے کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے دلی کے احباب کے عدم تعاون کو بنیادی سبب قرار دیتے ہوئے تحریر کیا کہ اب چونکہ ایک دوست کے الطاف و کرم کی وجہ سے مومن کے حالات دستیاب ہو گئے ہیں لہٰذا مومن کا ترجمہ شامل کر دیا گیا۔[2]

آزاد کا مندرجہ بالا موقف جتنا بھی درست ہو یہ بات مبنی بر حقیقت ہے کہ انیسویں صدی میں مواد کا حصول اور دستیابی ایک بڑا مسئلہ تھا۔ اس زمانے میں بہت سی تصانیف کی اشاعت نہ ہونے کی وجہ سے آزاد پر واقعات گھڑنے، افسانہ طرازی کرنے اور لفظوں کے طوطا مینا بنانے کے الزامات لگائے گئے۔[3] لیکن بیسویں صدی میں مخطوطات کی اشاعت اور کثیر تعداد میں کتب کے منظر عام پر آنے کے بعد آزاد کے خلاف لگائے گئے بہت سے الزامات دھل گئے۔[4] یہ تو ایک واقعہ ہے، اس طرح کی صورت حال اردو تحقیق کا عام مسئلہ رہا تھا۔ اس وقت موضوعات کی تو فراوانی تھی لیکن مواد کا حصول اور دستیابی بعض اوقات کسی پہاڑ کو سر کرنے سے کم نہ ہوتی تھی۔ بیسویں صدی میں اردو تحقیق کی رفتار تیز ہی نہیں ہوئی، معیار بھی قابل مثال بن گیا۔ اس معیار کی تشکیل میں قاضی عبد الودود، حافظ محمود شیرانی، مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر عبد الستار صدیقی جیسے جید محققین کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ صورت حال بیسویں صدی تک برقرار رہی۔

اکیسویں صدی کا سورج طلوع ہوا اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جگہ ہائر ایجوکیشن کمیشن نے لی تو تحقیق کی رفتار کو گویا تازیانہ سا لگ گیا۔ جامعات کی سطح پر ایم۔اے، بی۔ایس، ایم۔فل، اور پی۔ایچ۔ڈی کی سطح پر دھڑا دھڑ مقالات لکھے جانے لگے۔ بیشتر جامعات میں ریسرچ جرنل کا اجرا ہوا جس میں تحقیقی مقالات کی اشاعت ہونے لگی۔ اس صورت حال میں تحقیق کے معیار میں اضافہ ہونا چاہیے تھا لیکن نتیجہ اس کے برعکس ظاہر ہوا۔ تحقیق کا معیار تیزی سے گرنے لگا اور تحقیقی حوالے سے نئے مسائل بھی جنم لینے لگے۔ مسائل کی یہ نوعیت بیسویں صدی سے یکسر مختلف تھی۔ بیسویں صدی میں مواد کی فراہمی اور موضوعات کا حصول مسئلہ نہیں رہا تھا لیکن اکیسویں صدی میں مواد تو وافر سامنے آ گیا لیکن موضوعات کی شدید قلت واقع ہو گئی۔ ذیل میں موضوعات کے حوالے سے اظہار خیال کرنے سے پہلے تحقیق کی موجودہ صورت حال پر طائرانہ نظر ڈال لیتے ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک میں سائنسی ہی نہیں ادبی تحقیق بھی بہت آگے جا چکی ہے۔ اسے اردو تحقیق کی بد نصیبی کہیے یا ایسے کا نام دیجیے، اردو تحقیق ترقی یافتہ زبانوں کی ادبی تحقیق سے قدم سے قدم ملا کر چلنے کی بجائے بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ تحقیق کا وہ معیار جو ستر اور اسی کی دہائی تک اردو کے ساتھ وابستہ ہو چکا تھا۔ اب تیزی سے روبہ زوال ہے۔ اردو تحقیق کی معتبر شخصیات، قاضی عبد الودود، حافظ محمود شیرانی، مالک رام، امتیاز علی عرشی،

گیان چند، حنیف نقوی، افسر امروہوی، سخاوت مرزا، وحید قریشی، مشفق خواجہ اور معین الدین عقیل کے پائے کا ایک بھی محقق ہم میں موجود نہیں۔

جدید ٹیکنالوجی کے ذرائع کی وجہ سے تحقیقی مواد کی فراہمی مضافات کے باسیوں اور بڑے شہروں کے باشندوں کے لیے آسان تر ہو گئی ہے۔ کسی بھی موضوع پر کوئی مواد تلاش کرنا ہو تو ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں کی مصداق صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تحقیق کار کا خواب کثرت تعبیر کی صورت پریشاں نظر آتا ہے۔ جدید اردو تحقیق کا دوسرا مسئلہ ٹیکسٹ سرچنگ کا ہے۔ انٹرنیٹ پر لاکھوں کتب تو موجود ہیں لیکن اردو کی کتب کا سب سے بڑا مسئلہ امیج کی صورت کا ہے۔ انٹرنیٹ پر موضوع سے متعلق کتاب تو دستیاب ہو جاتی ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ اس کتاب میں موضوع سے متعلق کس قدر اور کس کس صفحے پر مواد موجود ہے۔ اسی طرح بہت سی تصانیف اپنے عنوان سے مشمولات کا راستہ نہیں کھولتیں۔ چنانچہ تحقیق کار اسے غیر متعلق سمجھتے ہوئے آگے بڑھ جاتا ہے۔ اردو کے کلاسیکی سرمائے کا عکس کی صورت میں اپلوڈ ہونے کی وجہ سے وہ مواد جو لمحات میں دسترس میں آسکتا ہے، گھنٹوں میں بھی ممکن نہیں ہو پاتا۔ مثلاً اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ اردو کی کلاسیکی کتب میں اردو کے قدیم نام، ریختہ، ہندی، ہندوی، ہندوستانی، گجری، دکنی، دہلوی، وغیرہ کن کن کتب میں موجود ہیں اور آخری مرتبہ ان کا استعمال کس سال اور کس کتاب میں ہوا؟۔ یہ سہولت ہمارے پاس موجود نہیں۔ البتہ جدید زبانوں کی تصانیف میں اس طرح کا مسئلہ درپیش نہیں ہوتا۔

تحقیق اور تنقیدی کتب میں اشاریہ بنانے کا رجحان بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ محقق کو اپنے موضوع سے متعلق مواد تلاش کرنے کے لیے تمام کتاب کی ورق گردانی کرنا پڑتی ہے جس سے محنت اور وسائل کا ضیاع ہوتا ہے۔ اسی طرح کتب و رسائل کے اشاریے کثیر تعداد میں بنائے گئے ہیں لیکن بہت سے اشاریے یا تو غیر مطبوعہ ہیں یا ان کا حصول بہت مشکل ہے۔ بعض اوقات تو اشاریوں کی نشان دہی بھی نہیں ہو پاتی۔

اگرچہ اردو، فارسی اور عربی کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں لیکن ان کو کسی ایک فورم پر یکجا کرنے کا انتظام نہیں ہو سکا نہ کوئی ایسی تصنیف موجود ہے جو ان تمام فہرستوں کا احاطہ کرتی ہو۔ اسی طرح جامعات کی سطح پر سندی تحقیق کے لیے بنائی گئی فہرستوں کا بھی کوئی مربوط ریکارڈ موجود نہیں ہے۔

اردو میں ایم۔ اے، ایم۔ فل، ایم لٹ، پی۔ ایچ۔ ڈی، ڈی۔ فل اور ڈی لٹ کی سطح کے لکھے گئے مقالات کی چھوٹی بڑی کئی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان فہرستوں کو مرتب کرنے والوں میں ڈاکٹر معین الرحمٰن، ڈاکٹر سہیل عباس خان، رفیع الدین ہاشمی اور شاہانہ مریم کے نام سر فہرست ہیں۔[5] یہ تمام فہرستیں نامکمل اور ایک خاص وقت تک کے مقالات کا احاطہ کرتی ہیں۔ رفیع الدین ہاشمی اور

شاہانہ مریم کی فہرست 2008ء میں شائع ہوئی۔ ہاشمی صاحب کی فہرست ایک طرف نامکمل ہے اور بعض حوالوں سے طومار اغلاط کا نقشہ بھی پیش کرتی ہے۔ مزید حیران کن بات یہ ہے کہ اسے ہائر ایجوکیشن کمیشن اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔

ترقی یافتہ دنیا میں تحقیق کا رخ کس سمت ہے اور اس کا معیار کیا رخ اختیار کر چکا ہے۔ ہم اس حوالے سے کچھ زیادہ باخبر نہیں۔ ہمارے ہمسایہ ممالک میں تحقیق کی صورت حال کیا ہے؟ اس حوالے سے ہمارے پاس تسلی بخش معلومات موجود نہیں۔ مثلاً ایران اور ہندوستان میں فارسی اور ہندی میں تحقیق کی صورت حال کے بارے میں اردو دنیا ناآشنا ہے۔ ان دو زبانوں میں اردو کے حوالے سے کیا کام ہو چکا ہے؟ اور عہد حاضر میں کیا کام ہو رہا ہے؟ اس حوالے سے ہم تہی دامن ہیں۔ ہندی میں تاریخ، تحقیق اور لسانیات کا معیار کہاں تک پہنچ چکا ہے؟ اور عہد حاضر میں ہندی میں کیا تحقیق ہو رہی ہے؟ اس سے اردو تحقیق بے خبر ہے۔ یہی کچھ حال ترکی، مصر، جاپان، برطانیہ اور چین اور دیگر ممالک کا ہے۔ ان ممالک میں اردو تحقیق کی صورت حال سے لاعلمی اردو دنیا کا مسئلہ ہے۔

اردو کا بہت سا کلاسیکی سرمایہ اگرچہ مرتب ہو کر سامنے آ چکا ہے لیکن ہنوز کثیر تعداد میں اساتذہ کے دواوین اور نثری تصانیف ڈھنگ سے مرتب ہونے کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ بہت سے تذکرے تا حال مرتب نہیں ہو سکے اور جو ہو چکے ہیں انھیں بھی از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ فارسی تذکروں کو اردو میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ تذکروں پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر حنیف نقوی، ڈاکٹر انصار اللہ نظر، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر مجید بیدار، ڈاکٹر عبدالمنان اور کچھ اور احباب نے کام کیا ہے[6] لیکن حنیف نقوی کی سطح کے مزید کئی اور تحقیقی کاموں کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ اسی طرح تذکروں میں مندرج بیانات، واقعات، اشعار اور شعرا کے تراجم کو کڑے تحقیقی و تنقیدی معیارات سے گزارنے کی ضرورت ہے۔ اردو فرہنگوں اور لغات پر کئی حوالوں سے کام کی ضرورت ہے۔

پاکستان اور ہندوستان میں سندی تحقیق کے لیے لکھے جانے والے ہزاروں مقالات تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالنے کے منتظر ہیں۔ اس کی خوبصورت مثال ادارہ تحقیقات اردو، پٹنہ کا معیار و تحقیق نمبر پیش کرتا ہے۔[7] اس طرح کی تحقیقی و تنقیدی تصانیف کے سامنے آنے سے تحقیق میں بھی بہتری آئے گی اور سرقہ بازی کی روک تھام میں بھی مدد ملے گی۔ اردو کی ادبی تحقیق اور تدوین کی جامع تاریخ تا حال لکھی نہیں جا سکی۔

مختلف مذاہب اور اردو کے باہمی تعلق اور اثرات کے متنوع پہلوؤں پر تحقیقی اور تنقیدی مطالعات کی ضرورت ہے۔ ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی اردو ادب میں خدمات اور کردار پر مزید کام کی ضرورت ہے۔ بائبل، گیتا، رامائن، مہابھارت وغیرہ پر تسلی بخش کام تا حال نہیں ہو سکا۔ اسی

طرح ہندو اساطیر، مذہبی قصوں، مذہبی روایات، تصوف کے اردو ادب پر اثرات کی مختلف صورتوں پر کام کی ضرورت ہے۔

اردو لسانیات پر ہندوستان میں تو قابل ذکر کام ہوا ہے اور ہو بھی رہا ہے، لیکن پاکستان میں لسانی مطالعات کا شعبہ نظر اندازی کا نوحہ خواں ہے۔ خلیل صدیقی، پروفیسر عبد السلام، شوکت سبزواری، سہیل بخاری، نصیر احمد خان، اقتدار حسین خان، مسعود حسین خان، ڈاکٹر شوکت سبزواری، عبد الستار دلوی، عبد القادر سروری، محی الدین قادری زور، امیر اللہ شاہین، ابو محمد سحر، ڈاکٹر گیان چند، عصمت جاوید، قدرت نقوی، روف پاریکھ اور کچھ اور احباب نے کام تو کیے ہیں لیکن پاکستان میں اردو لسانیات کے حوالے سے پچھلی دو تین دہائیوں میں قابل ذکر کام نہ ہونے کے برابر ہیں۔[8]لسانیات کی مختلف جہتوں پر کام کی ضرورت ہے۔ لسانیات کے نظری اور عملی حوالے سے کام کیا جانا چاہیے۔ سادہ اور سلیس زبان میں لسانیات کے نظری مباحث اور مسائل پر کتب کی قلت ہے۔ مختلف سطح پر لسانیات کی تدریس، تدریس زبان کی صورتیں، تحصیل زبان کی صورتیں، زبان کا کمپیوٹر میں استعمال، اردو صوتیات، فونیمیات، اردو زبان کا صرفی و نحوی مطالعہ، تقابلی قواعد، تخالفی قواعد، توضیحی قواعد، تبادلی قواعد، اردو کے دیگر زبانوں سے اشتراک، اردو کا علاقائی زبانوں سے اشتراک اور ایک دوسرے سے اثر پذیری کی متنوع صورتیں، پاکستان اور ہندوستان میں اردو زبان کی صورت حال، اردو کے لہجے، اردو اور مختلف بولیوں کے لسانی مطالعات، اردو کی بدلتی صورت حال، اردو ڈرامے کی زبان، اردو ڈرامے کا ماضی، حال اور مستقبل، پاکستانی اور ہندوستانی فلم میں اردو زبان، اردو کے کلاسیکی اور جدید گیت، تغیرات، اشتراکات اور اختلافات کی صورتیں، اردو کہانیاں اور ان کی ڈرامائی تشکیل، جیسے موضوعات پر کام کی ضرورت ہے۔

اردو کے حوالے سے کلاسیکی کتب، تذکرے، تاریخیں، فرامین، روزنامچے، اور مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے تراجم کی طرف بھی از سر نو نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے جامعہ عثمانیہ، مجلس ترقی ادب، اور انجمن ترقی اردو نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان پر تحقیدی نظر ڈال کر اور ان میں موجود اغلاط، تسامحات، فروگزاشتوں کو دور کر کے اور ان پر کارآمد حواشی و تعلیقات کے ساتھ از سر نو شائع کیا جانا چاہیے۔ مزید یہ کہ مغربی دنیا کے جدید ادبی، لسانی، فلسفیانہ اور تحقیقی و تنقیدی کتب کو بھی تراجم کے ذریعے اردو دنیا کو متعارف کروانے کی ضرورت ہے۔ اردو میں عربی، فارسی، سنسکرت، انگریزی، ترکی، فرانسیسی، اور دیگر زبانوں سے اردو میں کیے جانے والے تراجم پر بھی تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ تراجم کے اصل کا کھوج لگانے، خود ساختہ تبدیلیوں اور تحقیقی فروگزاشتوں کو بھی سامنے لایا جانا چاہیے۔ ایران میں برصغیر کی فارسی کتب کی تدوین و اشاعت کا بہت کام ہو چکا ہے۔ اسی طرح اردو تصانیف کے فارسی، ترکی، عربی، جاپانی اور انگریزی تراجم کا تنقیدی جائزہ لیا جانا چاہیے۔

اصناف سخن میں غزل اور نظم پر بہت کام ہوا ہے لیکن مثنوی، قصیدے، مرثیے، نعت، حمد، سلام، منقبت وغیرہ پر تفصیلی مطالعات کی شدید کمی ہے۔ ان میں مرثیے اور نعت پر بھی خاطر خواہ تحقیقی و تنقیدی مطالعات سامنے آئے ہیں لیکن ابھی ان کی بہت سی جہتوں اور پہلوؤں پر کام کیا جاسکتا ہے۔ عروض پر کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ فن تاریخ گوئی، تاریخ گوئی کی روایت اور اس کی مختلف جہتوں پر تحقیقی اور تنقیدی مطالعات کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ اردو کی جامع اور مستند شعری تاریخ، نثری اصناف کی تاریخ اور ارتقا کا محققانہ جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ ناول کی تحقیق اور تنقید پر اگرچہ کافی کام سامنے آیا ہے لیکن اردو ناول کی جامع تاریخ تاحال نہیں لکھی گئی۔ اردو رسائل و جرائد اور تحقیقی مجلات کے تحقیقی و تنقیدی مطالعات وقت کی ضرورت ہیں۔

ہندوستان اور پاکستان میں سال بسال شائع ہونے والی کتب، رسائل کی جامع فہرست سازی مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ بہت سی کتب شائع ہو کر گوشہ ٔ گمنامی میں مستور ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات ادب کے سنجیدہ اور وسیع النظر کی حامل شخصیات بھی بعض اہم کتب کی اشاعت سے بے خبر ہوتے ہیں۔ راقم الحروف نے اپنے ایک مقالے میں تذکرہ ریاض حسنی کا حوالہ دیا تو ڈاکٹر حنیف نقوی نے لکھا کہ یہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ جب انھیں اس کا عکس بھیجا گیا تو انھیں یقین آیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ تذکرہ اورنگ آباد سے شائع ہوا تھا۔[9] پاکستان سے باہر کے ممالک کے کتب خانوں میں موجود اردو اور فارسی کتب کی وضاحتی فہرستوں کی تیاری اور انھیں ایک دوسرے سے اس طرح منسلک کرنے کی ضرورت ہے جس سے اہل تحقیق بلا شرکت غیرے استفادہ کر سکیں۔ برٹش میوزیم، انڈیا آفس لائبریری، جاپان، جرمنی، ترکی، ایران اور ہندوستان میں موجود قلمی مسودات کے عکس / مائکرو فلم حاصل کر کے کسی بڑے ادارے میں اس طرح محفوظ کیا جائے کہ ضرورت کے وقت اس سے استفادے کی آسان راہیں بھی کھل سکیں۔

اردو کی تصانیف، تخلیقات اور مصنفین کی اس طور پر جامع بلوگرافی مرتب کی جانی چاہیے جس سے محققین کو اصل مآخذ تک رسائی کی سہولت میسر آسکے۔ جس طرح ڈاکٹر انصار اللہ نظر نے غالب بلوگرافی تیار کی ہے۔ اسی طرح مصحفی، میر، سودا، انشا، حالی، آزاد، سرسید، اقبال، رشید احمد صدیقی، عبدالحق، مجید امجد، فیض، راشد، میراجی جیسی نمائندہ شخصیات کی بلوگرافی تیار کروائی جائے۔ اسی طرح اردو دائرۃ المعارف طرز کا ایسا انسائیکلوپیڈیا یا لغت تیار کی جائے جس میں اردو کی اہم شخصیات، تصانیف، تخلیقات، تحریکات، رجحانات، معرکے، کردار، مقامات وغیرہ کا جامع تعارف موجود ہو۔ جس کو سامنے رکھ کر فوری طور پر کسی بھی موضوع سے متعلق معلومات حاصل ہو سکیں۔ یہ تصانیف صرف معلومات کی فراہمی تک محدود نہ ہوں بلکہ مآخذ تک رسائی بھی کروا سکیں۔

جدید تنقید میں جو کچھ لکھا جا رہا ہے اس میں اخذ و استفادے کی مختلف صورتیں کیا ہیں؟ جدید فلسفیانہ اور لسانی مباحث میں انگریزی نے عربی اور سنسکرت سے کتنا اور کس طور استفادہ کیا؟ اردو تنقید ان مباحث سے کتنا استفادہ کر رہی ہے؟ کتنا اپنا بنا کر پیش کر رہی ہے؟ اردو تنقید کے موجودہ سرمائے سے نئے قارئین کیوں بے اعتنائی برت رہے ہیں؟ اردو تنقید کس حد تک اپنی تہذیب و ثقافت اور سماجی مطالبات سے انحراف کر رہی ہے؟ جدید تنقیدی نظریات اردو ادب کی ضرورت ہیں بھی یا نہیں؟ جدید لسانی مباحث اور فلسفیانہ افکار کے سیاسی اور سماجی محرکات کیا ہیں؟ اس طرح کے بہت سے پہلوؤں پر غور و خوض کی ضرورت ہے۔

مندرجہ بالا موضوعات کو نہایت اختصار سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر ان موضوعات پر تفصیل سے اظہار خیال کیا جائے تو ایک کتاب کا مسودہ تیار ہو سکتا ہے۔ آج بھی موضوعات کی فراوانی ہے لیکن مطالعے، مشاہدے، خود پسندی، انا پرستی سے منہ موڑنے، سرکاری سہولتوں کی فراہمی، جذبے، بے غرضی، بین الجامعاتی ملاقاتوں، اور مباحثوں، محتاط رویوں، سائنسی مزاج، مشقت طلبی، وقت، وسائل، جامعات اور تحقیقی اداروں کے ربط باہمی، تحقیق اور موضوع کے مطالبات کو سنجیدگی سے لینے اور تحقیق کی شرائط اور اصول و ضوابط سے آشنائی کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔

اردو تحقیق کے بہت سے گوشے ابھی تک ہمارے محققین اور ناقدین کی توجہ حاصل کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے تحقیق و تنقید کی روایت میں ایک خلا باقی رہ گیا ہے۔ مندرجہ بالا سطور میں کچھ گوشوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ تحقیق کے نظر انداز کیے جانے والے متذکرہ پہلوؤں اور گوشوں پر نہ صرف کام کیا جائے بلکہ امکانات کو بھی بروئے کار لایا جائے۔ اسی طرح محققین کو بھی تحقیق کے مطالبات کو سنجیدگی سے لینا پڑے گا اور تحقیق سے وابستہ اداروں کو بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ تب ہی اردو تحقیق عہد حاضر کے مسائل پر قابو پا سکے گی اور جدید تحقیق سے ہم قدم ہو کر سرخ روئی حاصل کر سکے گی۔

حواشی و حوالہ جات:

[1]. تفصیل کے لیے دیکھیے: مومن خان مومن اور محمد حسین آزاد (آب حیات کے تناظر میں)، مشمولہ "آزاد کی حمایت میں اور دوسرے مضامین"، ادارہ یادگار غالب، کراچی، طبع اول 2019ء، ص 54-10

[2]. اس حوالے سے محمد حسین آزاد کا بیان ہے: "پہلی دفعہ اس نسخہ میں مومن خان صاحب کا حال نہ لکھا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ دور پنجم جس سے ان کا تعلق ہے بلکہ دور سوم و چہارم کو بھی اہلِ نظر دیکھیں کہ جو اہل کمال اس میں بیٹھے ہیں کس لباس و سامان کے ساتھ ہیں۔ کسی مجلس میں بیٹھا

ہوا انسان جبھی زیب دیتا ہے کہ اُسی سامان و شان اور وضع و لباس کے ساتھ ہو جو اہلِ محفل کے لیے حاصل ہے۔ نہ ہو تو ناموزوں معلوم ہوتا ہے۔ خان موصوف کے کمال سے مجھے انکار نہیں۔ اپنے وطن کے اہل کمال کا شمار بڑھا کر اور ان کے کمالات دکھا کر ضرور چہرۂ فخر کا رنگ چمکاتا، لیکن میں نے ترتیب کتاب کے دنوں میں اکثر اہلِ وطن کو خطوط لکھے اور لکھوائے۔ وہاں سے جواب صاف آیا۔ وہ خط بھی موجود ہیں مجبور اُن کا حال قلم انداز کیا۔ دنیا کے لوگوں نے اپنے اپنے حوصلہ کے بموجب جو چاہا سو کہا۔ آزاد نے سب کی عنایتوں کو شکریہ کا دامن پھیلا کر لے لیا۔ ذوقؔ دو گالیاں کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی رکھتے فقیر کام نہیں ردّ و کد سے ہیں البتہ افسوس اس بات کا ہے کہ بعض اشخاص جنھوں نے میرے حال پر عنایت کر کے حالات مذکورہ کی طلب و تلاش میں خطوط لکھے اور سعی اُن کی ناکام رہی۔ اُنھوں نے بھی کتاب مذکور پر ریویو لکھا۔ مگر اصل حال نہ لکھا۔ کچھ کا کچھ اور ہی لکھ دیا۔ میں نے اُسی وقت سے دہلی اور اطراف دہلی میں اُن اشخاص کو خطوط لکھنے شروع کر دیے تھے جو خانِ موصوف کے خیالات سے دل گلزار رکھتے ہیں۔ اب طبع ثانی سے چند مہینے پہلے تاکید و التجا کے نیاز ناموں کو جولانی دی۔ اُنہی میں سے ایک صاحب کے الطاف و کرم کا شکر گزار ہوں جنھوں نے باتفاق احباب اور صلاح ہمدگر جزئیات احوال فراہم کر کے چند ورق مُرتب کیے اور عین حالتِ طبع میں کتاب مذکور قریب الاختتام ہے مع ایک مراسلہ کے عنایت فرمائے بلکہ اُس میں کم و بیش کی بھی اجازت دی۔ میں نے فقط بعض فقرے کم کیے۔ جن سے طول کلام کے سوا کچھ فائدہ نہ تھا اور بعض عبارتیں اور بہت سی روایتیں مختصر کر دیں یا چھوڑ دیں جن سے اُن کے نفس شاعری کو تعلق نہ تھا۔ باقی اصل حال کو بجنسہٖ لکھ دیا آپ ہر گز دخل و تصرّف نہیں کیا۔ ہاں کچھ کہنا ہوا تو حاشیہ پر یا خط وحدانی میں لکھ دیا۔ جو احباب پہلے شاکی تھے۔ اُمید ہے کہ اب اُس فروگزاشت کو معاف فرمائیں گے۔" (آبِ حیات، محمد حسین آزاد، مرتبہ ابرار عبد السلام، شعبہ اردو، بہاالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، 2006ء، ص283)

[3]. تفصیل کے لیے دیکھیے: آزاد کی حمایت میں، مشمولہ آزاد کی حمایت میں اور دوسرے مضامین، ادارہ یادگار غالب، کراچی، طبع اول2019ء، ص54-10

[4]. تفصیل کے لیے دیکھیے: ایضاً

[5]. تفصیل کے لیے دیکھیے: (i) یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، یونیورسل بکس لاہور، جنوری1979ء (ii) جامعاتی تحقیق، ڈاکٹر سہیل عباس خان، شعبہ اردو بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، دسمبر 2006ء (iii) ہماری زبان، نئی دہلی، ۸/مئی 1997ء، /جون1979ء، ۲۲/جون 1979ء (iv) جامعات میں اردو تحقیق، رفیع الدین ہاشمی، ہائر ایجوکیشن کمیشن اسلام

آباد،2008ء۔(v)تحقیقاتِ اسلامیات،مرتب ڈاکٹر سعید الرحمٰن بن نور حبیب، العلم پبلیکیشنز،پشاور،جون2017ء(vi)ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق، شاہانہ مریم شان، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۸،۴ء

[6]. تذکروں کے حوالے سے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے:

(i). اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مجلس ترقی ادب،لاہور، اول نومبر1972ء

(ii). شعرااردو کے تذکرے (نکات الشعرا سے گلشن بے خار تک)،حنیف نقوی،اترپردیش اردواکادمی، لکھنؤ،اول1998ء

(iii). شعرائے اردو کے اولین تذکرے، محمد انصاراللہ، لیتھوکلر پرنٹرز، علی گڑھ،1978ء۔

(iv). شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن، مکتبہ خیابان ادب،لاہور، طبع اول1952

(v). شعرائے اردو کے تذکرے،قاضی عبدالودود، خدابخش اوریئنٹل پبلک لائبریری، پٹنہ،1995ء

(vi). جامع التذکرہ۔ جلد اول تا سوم، محمد انصاراللہ،قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی،مارچ2006ء

(vii). دکنی تذکرے،ڈاکٹر مجید بیدار، نیشنل فائن پرنٹنگ پریس،حیدرآباد،دسمبر1985ء

(viii). بنگال میں اردو تذکرہ نگاری،ڈاکٹر عبدالمنان،مغربی بنگال اردو اکیڈمی، کلکتہ، جنوری1988ء

[7]. معیارو تحقیق،(۲)ادارہ تحقیقات اردو،پٹنہ،۱۹۹۱ء

[8]. اردو لسانیات کی نمائندہ نظری اور عملی کتب درج ذیل ہیں:

(i). اردو صرف و نحو، اقتدار حسین خان،قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، طبع سوم،2010ء

(ii). صوتیات اور فونیمیات،،اقتدار حسین خان،قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی،1994ء

(iii). جدید اردو لسانیات،ڈاکٹر امیر اللہ شاہین، جمال پریس، دہلی، طبع دوم،1983ء

(iv). اردو لسانیات،ڈاکٹر شوکت سبزواری، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ،2003ء

(v). لسانی مسائل،ڈاکٹر شوکت سبزواری، مکتبہ اسلوب کراچی، طبع اول1962

(vi). اردو زبان کا ارتقا،ڈاکٹر شوکت سبزواری، چمن بک ڈپو، دہلی،

(vii). اردو قواعد، شوکت سبزواری، مکتبہ اسلوب، کراچی،1982ء

(viii). اردو لسانیات، نصیر احمد خان، جے کے آفسیٹ، پریس دہلی،مارچ،1990ء

(ix). اردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی و لسانیاتی مطالعہ، نصیر احمد خان،ادارہ تصنیف دہلی، 1979ء

(x). اردو ساخت کے بنیادی عناصر، نصیر احمد خان، اردو محل پبلی کیشنز، نئی دہلی،۱۹۹۱ء

(xi). لسانیات کیا ہے؟، ڈیوڈ کرسٹل، ڈاکٹر نصیر احمد خان، نگارشات، لاہور، 1997ء

(xii). مقدمہ تاریخ زبان اردو، مسعود حسین خان، مسلم ایجوکیشنل پریس، علی گڑھ، 1970ء

(xiii). شعر و زبان، مسعود حسین خان، نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، حیدر آباد، 1966ء

(xiv). اردو لفظ کا صوتیاتی اور تجز صوتیاتی مطالعہ، مسعود حسین خان، ترجمہ مرزا خلیل احمد بیگ، شعبہ لسانیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اول 1986ء

(xv). تشریحی لسانیات، ڈاکٹر سہیل بخاری، فضلی سنز لمیٹڈ، کراچی، 1998ء

(xvi). اردو زبان میں الفاظ سازی، ڈاکٹر سہیل بخاری، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، طبع اول، 1962ء

(xvii). لسانی مطالعہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء

(xviii). لسانی مقالات، حصہ اول، دوم، سوم، ڈاکٹر سہیل بخاری، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، فروری ۱۹۹۱ء

(xix). لسانی مقالات، حصہ اول، دوم، سید قدرت نقوی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست 1988ء

(xx). اردو میں لسانی تحقیق، عبد الستار دلوی، کوکل اینڈ کمپنی، ممبئی، 1971ء

(xxi). زبان اور علم زبان، عبد القادر سروری، حیدر آباد دکن، 1956ء

(xxii). زبان و لغت، ڈاکٹر ابو محمد سحر، مکتب ادب بھوپال، 1983ء

(xxiii). ہندوستانی لسانیات، محی الدین قادری زور، شاہی پریس، لکھنؤ، 1960ء

(xxiv). اس کے علاوہ، ہندوستانی صوتیات، اردو کے اسالیب بیان، اور فن انشا پردازی، بھی ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی تصانیف ہیں۔

(xxv). اردو زبان کا قومی کردار، ادیب جعفر، اعلیٰ پریس دہلی، 1976ء

(xxvi). لسانی تناظر، مرزا خلیل احمد بیگ، باہری پبلی کیشنز، نئی دہلی، 1997ء

(xxvii). اردو پر فارسی کے لسانی اثرات، ڈاکٹر عصمت جاوید، اورنگ آباد، 1987ء

(xxviii). لسانی مطالعہ، گیان چند جین، لبرٹی پریس، دہلی، 1973ء

(xxix). عام لسانیات، گیان چند جین، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، 1985ء

(xxx). زبان کیا ہے، خلیل صدیقی، بیکن بکس، ملتان، 2019ء

(xxxi). زبان کا ارتقا، خلیل صدیقی، قلات پبلشرز، کوئٹہ، 1977ء

(xxxii). آواز شناسی، خلیل صدیقی، بیکن بکس، ملتان، 1993ء

(xxxiii). لسانی مباحث، خلیل صدیقی، زمرد پبلی کیشنز، کوئٹہ، ۱۹۹۱ء

(xxxiv). اردو لغت نویسی، ڈاکٹر رؤف پاریکھ، مقتدرہ قوم زبان، اسلام آباد،

(xxxv). لغوی مباحث، ڈاکٹر رؤف پاریکھ، مجلس ترقی ادب، لاہور، جون ۵۱۰۲ء

[9]۔ تذکرہ ریاض حسینی، عنایت اللہ فتوت، مرتب آغا مرزا بیگ، ناشر اظہر بیگ، اورنگ آباد، 1994